AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

An Analytical Study of Imam Ahmad Raza's Methodology and Style in the Reconciliation of Hadith Narrations

تطبیق روایات میں امام احمد رضا کا منہج واسلوب کا تجزیاتی مطالعہ

Muhammad Hamid Awan
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, The Imperial College of Business Studies Lahore
Email: hamidaliawan42@gmail.com
Dr Ghulam Mustafa Anjum
Assistant Professor, Imperial College of Business Studies, Lahore.

Abstract:

This study presents an analytical examination of Imam Ahmad Raza Khan's methodological approach to the reconciliation (tatbīq) of seemingly contradictory narrations in Hadith literature. Imam Ahmad Raza's scholarly methodology is firmly rooted in the classical traditions of Hadith sciences and Islamic jurisprudence, emphasizing that the statements of the Prophet Muhammad ﷺ do not contain real contradiction; any apparent conflict arises from incomplete understanding. Consequently, his primary principle was to prefer reconciliation and harmonization of narrations, ensuring that no authentic Hadith is discarded without necessity.

When reconciliation was not possible, Imam Ahmad Raza employed established principles of tarjīḥ (preference), such as the reliability and precision of narrators, multiplicity of transmission routes, contextual coherence, and conformity with established legal principles. Only as a final resort did he accept abrogation (naskh), considering it an exceptional measure that should not be invoked unless all other possibilities were exhausted.

The paper further highlights Imam Ahmad Raza's exceptional mastery of Usūl al-Hadith, Asmaʾ al-Rijāl, and Jarḥ wa Taʿdīl, demonstrating how his profound knowledge of narrators' biographies, transmission networks, and critical evaluation enabled him to resolve complex issues of apparent contradiction. A significant case study discussed is his defense and authentication of Imam Muhammad ibn Ishaq, wherein Imam Ahmad Raza systematically refuted allegations against him by presenting extensive testimonies from leading Hadith authorities, thereby establishing Ibn Ishaq's reliability and scholarly stature.

Overall, the research concludes that Imam Ahmad Raza's contributions to Hadith studies particularly in reconciliation of narrations, critical analysis of transmitters, and principled adherence to classical methodology constitute a lasting scholarly legacy. His work not only preserves the integrity of Prophetic traditions but also provides a rigorous and balanced framework for contemporary Hadith research.

Keywords

Imam Ahmad Raza Khan; Reconciliation of Hadith (Tatbīq); Usūl al-Hadith; Asmaʾ al-Rijāl; Jarḥ wa Taʿdīl; Imam Muhammad ibn Ishaq; Hadith Methodology; Preference (Tarjīḥ); Abrogation (Naskh); Classical Islamic Scholarship.

امام احمد رضا خان کا اصولی اور علمی منہج حدیث مبارکہ کے فہم و بیان میں نہایت متوازن اور محققانہ رہا ہے۔ آپ نے اپنے وقت میں محدثین کے منہج کو نہ صرف اپنایا بلکہ اسے اپنے اجتہادی ذوق اور علمی بصیرت کے ساتھ مزید نکھارا۔ امام احمد رضا کا طرزِ عمل اس اصول پر قائم تھا کہ احادیث رسول ﷺ در حقیقت وحی الٰہی کی شرح و تفسیر ہیں اور ان

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

میں کوئی حقیقی تضاد یا تناقض موجود نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جب کبھی آپ کو بظاہر دو ایسی احادیث نظر آتیں جن میں تعارض یا اختلاف کا شبہ پایا جاتا تو آپ سب سے پہلے ان کے درمیان جمع و تطبیق کی راہ اختیار کرتے۔ آپ کا استدلال یہ تھا کہ جمع و تطبیق ہی اصل میں اس بات کی ضمانت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی کسی بات کو ترک نہ کیا جائے اور دونوں نصوص کو ان کے سیاق و سباق میں سمجھ کر قابلِ عمل بنایا جائے۔

امام احمد رضا کا یہ منہج دراصل اصولِ حدیث اور اصولِ فقہ کی اس عظیم روایت کی عکاسی کرتا ہے جو یہ تعلیم دیتی ہے کہ تعارض درحقیقت فہم ناقص یا ادراک کی کمی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس لئے محدثین اور فقہاء نے ہمیشہ تطبیق کو اوّلین ترجیح دی ہے تاکہ ایک بھی حدیث کو بلاوجہ ساقط نہ کرنا پڑے۔ امام احمد رضا بھی اسی علمی روایت کے پاسدار تھے اور حتیٰ الامکان یہی کوشش فرماتے کہ دونوں روایات کو ایسے انداز میں سمجھا جائے کہ ان کے درمیان مطابقت ہو جائے۔

تاہم اگر کسی موقع پر جمع و تطبیق کا دروازہ بند نظر آتا اور دونوں احادیث کو بیک وقت قابلِ عمل ماننا ممکن نہ ہوتا تو امام احمد رضا کا منہج یہ تھا کہ ان میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دی جائے۔ یہ ترجیح محض ذاتی رجحان یا میلان کی بنیاد پر نہ ہوتی بلکہ اصولِ ترجیح کے ان ہی قاعدوں کے مطابق ہوتی جنہیں محدثین نے وضع کیا ہے مثلاً راوی کی عدالت و ضبط، کثرتِ طرق، اتصالِ سند یا حدیث کے سیاق کے ساتھ زیادہ مطابقت وغیرہ۔ اس مرحلے پر آپ کی باریک بینی اور جرح و تعدیل کے فن میں گہری بصیرت واضح طور پر نمایاں ہو جاتی۔

اگر بالفرض ایسی صورت آجاتی کہ نہ تو جمع و تطبیق ممکن ہو اور نہ ہی اصولی بنیاد پر ترجیح دی جاسکے تو آخری مرحلہ یہ ہوتا کہ ایک حدیث کو دوسری پر منسوخ قرار دیا جائے۔ البتہ امام احمد رضا اس مرحلے تک پہنچنے کو ناپسند فرماتے تھے اور نسخ کو صرف اس وقت مانتے جب دیگر تمام امکانات ختم ہو جاتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے نزدیک حدیث کو نسخ قرار دینا دراصل آخری اور انتہائی درجے کا اقدام ہے کیونکہ اس میں ایک نص کو دوسری کے مقابلے میں عملاً ساقط الاعتبار قرار دینا پڑتا ہے۔ اس لئے آپ کا علمی ذوق ہمیشہ اس بات پر مائل رہتا کہ حتیٰ الوسع نسخ کی طرف نہ جایا جائے بلکہ جمع و تطبیق کے ذریعے دونوں نصوص کو محفوظ رکھا جائے۔

یوں امام احمد رضا کا منہج تطبیق و ترجیح ایک جامع اور متوازن اسلوب کا حامل ہے جس میں محدثین کی علمی روایت کا احترام بھی ہے اور اپنے اجتہادی و تحقیقی ذوق کی جھلک بھی۔ آپ کا یہ اسلوب اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ آپ نے احادیث نبویہ ﷺ کو ان کے مقام و مرتبہ کے شایانِ شان سمجھا اور ان میں کسی قسم کے تضاد یا اختلاف کو حقیقی نہیں بلکہ ظاہری سمجھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا علمی منہج آج بھی اس میدان میں ایک معیار اور رہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔

امام احمد رضا کی حیاتِ علمی میں حدیثِ نبوی ﷺ کو مرکزی اور محوری حیثیت حاصل تھی۔ آپ نے اپنی تصانیف، فتاویٰ اور ملفوظات میں حدیث کو دین کی اصل اور شریعت کے فہم کا بنیادی سرچشمہ قرار دیا۔ آپ کا منہج یہ تھا کہ قرآنِ کریم کی آیات کی تفسیر میں فقہی مسائل کے استنباط میں اور عقائد کی توضیح میں ہمیشہ حدیثِ صحیحہ سے استدلال کیا جائے اور ضعیف روایت کو بھی فضائل و ترغیب کے باب میں قبول کیا جائے بشرطیکہ وہ اصولِ شرع کے مخالف نہ ہو۔ آپ نے ہزاروں احادیث کی تخریج، ترجمہ اور شرح پیش کی اور ان کے معانی کو نہایت عام فہم مگر علمی انداز میں واضح کیا تاکہ عوام و خواص دونوں اس سے فیض یاب ہو سکیں۔

امام احمد رضا کی حدیث فہمی کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ محض روایت نقل کرنے پر اکتفا نہ کرتے بلکہ اس کے سیاق و سباق، شانِ ورود، الفاظ کے لغوی و شرعی معانی اور امت کے تعامل کو بھی پیشِ نظر رکھتے۔ بسا اوقات بظاہر مشکل یا متعارض نظر آنے والی روایات کی ایسی حکیمانہ توجیہ اور تطبیق فرماتے کہ اصل روایت اپنی صحت و معنویت کے ساتھ قائم رہتی۔ آپ کی فقہی تحریروں میں یہ انداز بار بار نظر آتا ہے کہ ہر مسئلے کی بنیاد حدیث پر رکھی گئی ہے اور پھر اس پر ائمہ و محدثین کے اقوال سے مزید استحکام پیدا کیا گیا ہے۔

یہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ امام احمد رضا کے عظیم فقہی ذخیرے فتاویٰ رضویہ میں ہزاروں احادیث بکھری ہوئی ہیں جنہیں بعد میں مفتی محمد حنیف خان رضوی بریلوی نے نہایت محنت اور تحقیق سے جمع و ترتیب دے کر دس جلدوں پر مشتمل ایک مستقل مجموعہ تیار کیا جو امام احمد رضا کی حدیث سے والہانہ وابستگی اور ان کے علمی ذخیرے کی وسعت کا عملی ثبوت ہے۔ یوں امام احمد رضا نے نہ صرف حدیث کے مقام و مرتبہ کو اجاگر کیا بلکہ اس کے صحیح فہم، عملی اطلاق اور عصری مسائل میں اس کے استعمال کا ایسا عملی نمونہ پیش کیا جو برصغیر کے علمی ورثے میں ایک نمایاں سرمایہ ہے۔

امام احمد رضا اور علم اصول حدیث:

امام احمد رضا کی ہمہ جہت شخصیت اور ان کی تصانیف عالیہ کو دیکھتے ہیں تو فن حدیث، طرق حدیث، علل حدیث اور اسماء الرجال وغیرہ میں وہ انتہائی کمال پر دکھائی دیتے ہیں اور یہی وہ وصف ہے جس میں انفرادیت ایک مجدد کے تجدیدی کارناموں کا رکن اہم ہے فن حدیث میں ان کی جو خدمات ہیں ان سے ان کی علمی بصیرت و وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حدیث کی معرفت اور صحت وعدم صحت، ضعف و سقم، حسن وغیر حسن وغیرہ جملہ علوم حدیث میں جو مہارت تامہ ان کو حاصل تھی وہ بہت دور تک نظر نہیں آتی ہے اور یہ چیزین ان کی کتب ورسائل میں مختلف انداز پر ہیں کہیں تفصیل کے ساتھ ذکر ہے اور کہیں اختصار کے ساتھ اور کہیں حدیث و معرفتِ حدیث اور مبادیاتِ حدیث پر ایسی نفیس اور شاندار بحثیں ہیں کہ اگر امام بخاری و مسلم بھی دیکھتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔

علم الحدیث وعلم الرجال:

امام احمد رضا کا علم الحدیث سے شغف کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ فقہ حنفی کی ماخذ تمام حدیثیں آپ کے پیش نظر رہتیں اور جن احادیث سے فقہ حنفی پر زد پڑتی ہے اس کی روایت کی خامیاں ہر وقت ازبر ہوتیں۔ علم حدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے امام احمد رضا کے سامنے جب کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے متعلق دریافت کیا جاتا تو راوی کی جرح وتعدیل کے جو الفاظ آپ فرماتے جب اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب تہذیب وتہذیب التہذیب میں وہی الفاظ ہوتے۔ یحیٰ نام کے بے شمار راویان حدیث ہیں لیکن جس یحیٰ کے طبقہ اور استاد وشاگرد کا نام بتادیا تو وہی ہوتا۔ گویا کہ امام احمد رضا اس فن کے موجد تھے کہ طبقہ واسماء سے بتادیتے کہ راوی ثقہ ہے یا مجروح۔[1]

امام احمد رضا اپنے عہد کے اُن معدود علما میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے علوم حدیث، اصولِ حدیث، مصطلحاتِ حدیث اور فنِ اسماء الرجال میں غیر معمولی ملکہ عطا فرمایا۔ آپ کو احادیث کی جانچ پرکھ ان کے معیار و شرائط متعین کرنے اور راویانِ حدیث کی پہچان و درجہ بندی میں جو مہارت تامہ حاصل تھی وہ آپ کی علمی عظمت کی روشن دلیل ہے۔ امام احمد رضا علم حدیث میں ایسے فرد تھے کہ اپنا ہمتا نہ رکھتے تھے اور علم رجال میں ان کو وہ دست گاہ حاصل تھی کہ ایک ایک راوی کے حالات نوک زبان پر تھے اور معنی میں بحث ناسخ و منسوخ کی تمیز یہ تو ان کا خاص فن تھا۔[2]

مثال کے طور پر سادات کرام اور بنی ہاشم کو زکوۃ نہ دینے کے مسئلے پر آپ نے مستقل کتاب الزہر الباسم فی حرمۃ الزکوۃ علی بنی ہاشم تصنیف فرمائی۔ اس میں ایک حدیث کی تخریج کے لیے آپ نے پچاس سے زیادہ کتب کے حوالے درج کیے، اور پچیس راویانِ حدیث کے اسمائے گرامی ذکر کیے ساتھ یہ بھی بتایا کہ یہ روایت کن کن کتب میں موجود ہے۔ یہ انداز محض حوالہ دینے کا نہیں بلکہ ایک تحقیقی خزانہ پیش کرنے کا تھا۔

اسی طرح فرقۂ باطلہ کے رد میں آپ نے تیس سے زیادہ مستقل رسائل تحریر فرمائے جن میں الفضل الموہبی حاجز البحرین، مدارج طبقات الحدیث، الروض البہیج فی آداب التخریج، منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین وغیرہ شامل ہیں۔

---

[1] بستوی، نسیم، علامہ، مجدد اسلام بریلوی، ناشر: رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور، س،ن، ص155

[2] قادری، ضیاء المصطفیٰ، علامہ، ماہنامہ اشرفیہ، ناشر: مبارکپور ضلع اعظم گڑھ یو-پی ہند، سن اشاعت، 1977ء، ص34

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

ان تمام کتب میں آپ نے روایت کی صحت وضعف کے دلائل تفصیل سے بیان کیے اور اصولِ حدیث کے منہج پر پورا اترتے ہوئے کلام فرمایا۔

امام احمد رضا نے محدثین کی بڑی بڑی کتب پر بھی حواشی تحریر فرمائے جن میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی، موطأامام مالک، مسند احمد بن حنبل اور ائمہ اسماء الرجال وجرح وتعدیل کی شہرہ آفاق کتب جیسے تقریب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، تہذیب الکمال، الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ وغیرہ شامل ہیں۔

ان حواشی کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ صرف اصل متن کی تشریح نہیں بلکہ خود آپ کے افادات وتحقیقات پر مشتمل ہوتے تھے اس حد تک کہ بسااوقات یہ حواشی ایک مستقل کتاب کا درجہ رکھتے۔ ان میں آپ نے حدیث کے ہر پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے راوی، سند، متابعات، شواہد اور حدیث کے فنی معیار پر گہری گفتگو کی۔

امام احمد رضا کی خدمتِ حدیث کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی تھا کہ جب آپ اپنے کسی فتوٰی میں حدیث کو بطورِ دلیل پیش کرتے تو اس کے ساتھ ائمہ مجتہدین اور اکابر علما کا مؤقف بھی ان کی کتابوں سے نقل کر کے بیان کرتے۔ یوں آپ کا استدلال صرف روایت کے متن تک محدود نہ ہوتا بلکہ اس کی فقہی و عملی حیثیت بھی واضح ہو جاتی۔

علومِ حدیث میں یہ درجہ کی مہارت آپ کو اپنے زمانے میں یکتائے روزگار بناتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے اکابر علما و محدثین نے آپ سے حدیث کی سندیں حاصل کیں جیسا کہ الاجازۃ المتینۃ اور الاجازۃ الرضویۃ میں اس کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔

یوں امام احمد رضا کی خدماتِ حدیث نہ صرف روایت ودرایت کے معیار پر پورا اترتی ہیں بلکہ آپ کی علمی گہرائی وسعتِ مطالعہ اور امت کے لیے اخلاص کی روشن علامت بھی ہیں۔

امام احمد رضا کی تطبیق روایات میں خدمات:

امام احمد رضا کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح علومِ حدیث میں غیر معمولی بصیرت عطا فرمائی تھی اسی کا ایک نمایاں مظہر آپ کا فنِ تطبیق روایات میں کمال تھا۔ بظاہر متعارض نظر آنے والی احادیث کو اس انداز سے جمع کرنا کہ ہر روایت اپنی اصل حیثیت اور مقام پر برقرار رہے نہ اس کی صحت پر حرف آئے اور نہ شرعی حکم میں ابہام باقی رہے یہ ایک نہایت دقیق اور محنت طلب فن ہے اور امام احمد رضا اس میں یکتائے روزگار تھے۔

آپ کا منہج یہ تھا کہ جب کسی مسئلے میں متعدد روایات وارد ہوتیں اور بظاہر ان میں اختلاف دکھائی دیتا تو سب سے پہلے آپ ہر روایت کی سند کا باریک بینی سے جائزہ لیتے۔ فنِ اسماء الرجال، جرح وتعدیل اور اصولِ حدیث کے ضوابط کی روشنی میں ہر روایت کا درجہ متعین کرتے پھر ان روایات کے متن کو سیاق وسباق اور شرعی قواعد کے مطابق پرکھتے۔ اس کے بعد ان کے مابین ایسا ربط قائم کرتے جو نہ صرف علمی طور پر مضبوط بلکہ فقہی طور پر بھی قابلِ عمل ہو۔

امام احمد رضا کی تطبیق کی خاص بات یہ تھی کہ وہ محض ظاہری معنوی جوڑ تک محدود نہ ہوتی بلکہ آپ اس تطبیق کی پشت پر محدثینِ متقدمین کا منہج، ائمہ مجتہدین کے اصول اور امت کا عملی تعامل بھی پیش فرماتے۔ اس طرح آپ کی تطبیق نہ صرف نظری طور پر مستحکم بلکہ عملی اعتبار سے بھی امت کے لیے راہنمائی کا باعث بنتی۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصانیف میں تطبیق روایات کا رنگ ہر جگہ جھلکتا ہے۔ آپ کا یہ اسلوب ایک طرف احادیث کی حرمت وعظمت کو برقرار رکھتا اور دوسری طرف فقہی اختلافات کو علمی انداز میں سلجھاتا تھا۔ اس خدمت کے باعث آپ کا نام ہمیشہ اُن محدثین کے ساتھ لیا جائے گا جنہوں نے احادیثِ نبویہ کے معانی کو جمع وتطبیق کے ذریعے امت تک خالص اور واضح صورت میں پہنچایا۔

امام احمد رضا کی حدیث کے حوالے سے ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ آپ ہمیشہ اصولِ محدثین کے مطابق ہی کسی روایت کی صحت یا ضعف پر گفتگو فرماتے۔ آپ محض اپنے فہم یا ذاتی رائے سے کسی حدیث کے مرتبہ کا فیصلہ نہیں کرتے بلکہ محدثین کے متعین کردہ قواعد، اصطلاحات اور معیار کو بنیاد بناتے۔ اگر کوئی روایت پیش کی جاتی تو آپ پہلے اس کے اصل ماخذ تک رسائی حاصل کرتے پھر اس کی

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

سند کا پورا جائزہ لیتے راویوں کے حالات واوصاف کو دیکھتے اور محدثین کے کلام کی روشنی میں اس کا حکم بیان کرتے۔[3]

آپ کی تحریروں میں یہ بات بار بار نظر آتی ہے کہ جب کسی حدیث کو بیان فرماتے تو اس کے بعد اس کا حوالہ نہایت وضاحت سے دیتے جیسے صحاحِ ستہ بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے ساتھ ساتھ مسانید جیسے مسند احمد، مسند ابی یعلی اور مسند بزار وغیرہ سے بھی استناد فرماتے۔ صرف اصل ماخذ پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس حدیث پر محدثین کی شروح سے بھی مدد لیتے خصوصاً فتح الباری شرح صحیح بخاری، شرح مسلم للنووی، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح اور مظاہر الحق جیسی معروف و معتبر کتب سے استدلال کرتے۔ ان شروح میں محدثین کے فنی نکات الفاظ کی تشریح سیاق وسباق اور فقہی استنباط کو سامنے رکھ کر اپنی بات کو مضبوط اور مدلل انداز میں پیش کرتے۔ یہ علمی احتیاط اور اصولِ محدثین کی پابندی اس بات کی دلیل ہے کہ مولانا احمد رضا خان نہ صرف محدثین کے علوم سے گہری واقفیت رکھتے تھے بلکہ ان کے مقرر کردہ معیار کو ہر حال میں مقدم رکھتے۔ آپ کی یہ عادت کہ ہر بات کو مستند حوالوں اور قوی دلائل سے مزین کیا جائے آپ کے علمی وقار اور امانتِ حدیث کی پاسداری کا روشن ثبوت ہے اور یہ طرز آج کے محققین کے لیے بھی قابلِ تقلید نمونہ ہے۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے نمازوں کے اوقات کو علیحدہ مقرر فرمایا ہے۔ ان اوقات میں تقدیم وتاخیر کی گنجائش نہیں سوائے ان دو مواقع کے۔

عرفہ کے دن ظہر وعصر اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء ان دو نمازوں کے سوا قصداً نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا خواہ سفر ہو یا حضر کسی صورت جائز نہیں۔ قرآنِ عظیم اور حضور سید المرسلین ﷺ کی صحیح احادیث اس کی ممانعت پر گواہ ہیں۔

امام احمد رضا نے محض اپنے قول پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ واضح کیا کہ یہی مذہب ہے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جیسے:

سیدنا عمر فاروق اعظم، سیدنا سعد بن ابی وقاص، سیدنا عبد اللہ بن مسعود، سیدنا عبد اللہ بن عمر، اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اسی طرح تابعین و تبع تابعین میں امام سالم بن عبد اللہ بن عمر، امام علقمہ بن قیس، امام حسن بصری، امام ابن سیرین، امام ابراہیم نخعی، امام مکحول شامی، امام جابر بن زید، امام عمرو بن دینار، امام حماد بن ابی سلیمان رحمہم اللہ، اور ان کے بعد ائمہ مجتہدین مثلاً امام اعظم ابو حنیفہ، امام سفیان ثوری، امام لیث بن سعد، امام ابو یوسف، امام محمد الشیبانی، امام مالک بن انس، امام عبد الرحمن بن قاسم، امام عیسیٰ بن ابان، امام احمد بن سلامہ مصری وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔ یوں امام احمد رضا نے صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین کے اقوال وافعال کو جمع کر کے مسئلہ کا وزن بڑھا دیا اور یہ ظاہر فرما دیا کہ حنفیہ کا مذہب محض ایک فروعی رائے نہیں بلکہ سلفِ صالحین کے اقوال سے ماخوذ ہے۔ یہ اصولِ حدیث اور آثارِ سلف کی تخریج کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ چند صفحات کے بعد آپ مزید وضاحت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے جمعِ صوری کا ثبوت موجود ہے اور یہی مذہبِ حنفیہ ہے۔ اس پر صاف اور صریح احادیث موجود ہیں۔ لیکن بعض معاندین کہتے ہیں کہ کوئی صحیح حدیث ایسی نہیں جس میں سفر میں جمعِ صوری کا ذکر ہو۔[4]

امام احمد رضا فرماتے ہیں:

جو سیدنا عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے اور جسے کثیر ائمہ نے مختلف طرق سے نقل کیا ہے:

فالبخاری والاسمعیلی والذہلی من طریق اللیث بن سعد عن یونس عن الزہری والنسائی من طریقی یزید بن زریع و النضربن شمیل عن کثیر بن قاروندا کلاہما عن سالم۔ والنسائی عن قتیبۃ والطحاوی عن ابی عامر العقدی والفقیہ فی الحجج ثلثتہم عن

---

[3] ماہنامہ یادگارِ رضا، جلد 3، شمارہ 7، جولائی 2008ء، مفتی غلام مصطفیٰ رضوی، رضا اکیڈمی مالیگاؤں، ص 147

[4] فتاوٰی رضویہ، ج5، ص110

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

العطاف وابوداؤد عن فضیل بن غزوان وعن عبداالله بن العلاء وایضاھو عن عیسٰی والنسائی عن الولیدوالطحاوی عن بشر بن بکر ھؤلاء الثلثۃ عن ابن جابر والطحاوی عن اسامۃ بن زید خمستہم اعنی العطاف وفضیلا و ابن العلاء و جابر واسامۃ عن نافع و ابوداؤد عن عبداالله بن واقدوالطحاوی عن اسمعیل بن عبدالرحمٰن اربعتھم عن بن عمر۔[5]

امام بخاری امام اسمٰعیلی اور امام ذہلی نے لیث بن سعد یونس زہری کے طریق سے امام نسائی نے یزید بن زریع اور نضر بن شمیل دونوں کے طریق سے کثیر بن قاروندا سالم کے واسطے سے۔امام نسائی نے قتیبہ سے امام طحاوی نے ابو عامر عقدی سے اور امام عیسٰی بن ابان عطاف کے واسطے سے امام ابوداؤد نے فضیل بن غزوان عبد اللہ بن علاء اور عیسٰی سے امام نسائی نے ولید سے امام طحاوی نے بشر بن بکر سے امام طحاوی نے اسامہ بن زید سے۔یہ سب پانچ عطاف فضیل عبد اللہ بن علاء جابر اسامہ نافع کے واسطے سے راوی ہیں۔مزید ابوداؤد نے عبد اللہ بن واقد سے اور طحاوی نے اسماعیل بن عبد الرحمن سے نقل کیا اور یہ سب طرق بالآخر سیدنا عبد اللہ بن عمر تک پہنچتے ہیں۔

یہ تفصیل دراصل تخریج حدیث کا ایک ایسا حسین شاہکار ہے جس میں امام احمد رضا نے ایک ہی روایت کے درجنوں طرق کو مختلف ائمہ کی کتب سے نقل فرمایا اور یوں ثابت کر دیا کہ جمع صوری کے بارے میں حضور ﷺ سے صحیح احادیث بکثرت موجود ہیں۔

امام احمد رضا کی قلمی شان یہ تھی کہ ایک ایک مسئلہ پر صحابہ تابعین تبع تابعین اور ائمہ دین کے اقوال کو جمع کرتے اور پھر حدیث کے ہر ہر طریق کو تفصیل کے ساتھ ذکر فرماتے تاکہ کسی کو شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک واعظ برسرِ منبر یہ بیان کرتا ہے کہ جس شخص نے ایک وقت کی نماز قصداً ترک کی اس نے گویا ستر مرتبہ بیت اللہ میں اپنی ماں سے زنا کیا۔

مستفتی اس امر سے واقف ہے اور خوب جانتا ہے کہ بے نمازی سے بر االلہ کے نزدیک کوئی نہیں اور شرع میں اس کے لیے نہایت سخت وعیدیں وارد ہیں لیکن دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

1. کیا یہ الفاظ مذکورہ کتاب وسنت اور اقوالِ ائمہ سے ثابت ہیں یا نہیں؟

2. اگر یہ الفاظ ثابت نہ ہوں تو اس کے قائل اور بیان کرنے والے واعظ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟[6]

امام احمد رضا نے اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ معاذ اللہ کسی ایک وقت کی نماز کا قصداً ترک کرنا سخت کبیرہ شدید جرم اور عظیم وبال ہے جس پر سخت ہولناک اور جانگداز وعیدیں قرآنِ عظیم اور احادیثِ صحیحہ میں وارد ہوئی ہیں۔بے نمازی سے بڑھ کر برا اللہ کے نزدیک کوئی نہیں۔شرع میں اس کے لیے جو وعید آئی ہے وہ نہایت سخت اور مہیب ہے۔ البتہ یہ حقیقت بھی ملحوظ رہے کہ بد مذہب اگرچہ کیسا ہی نمازی ہو اللہ کے نزدیک یقیناً بے نماز سے بدتر ہے کیونکہ فسقِ عقیدہ فسقِ عمل سے سخت تر ہے۔اور اگر محض گناہانِ جوارح کے باب

میں گفتگو کی جائے تو مسلمان کا عمداً ناحق قتل کرنا ترکِ نماز سے بھی شدید تر اور سخت تر شمار ہوا ہے۔

اس پر اگرچہ بعض احادیثِ مبارکہ میں ترکِ نماز کے حق میں صراحتاً حکمِ کفر وارد ہے اور خود قرآنِ عظیم میں خلود فی النار کا اعلان و حکم مذکور ہے والعیاذ باللہ۔واعظ نے جو سخت مضمون اور ناپسندیدہ جملہ بیان کیا ہے اس کے قریب قریب مضامین احادیثِ مرفوعہ میں ضرور مذکور ہیں۔چنانچہ حضرت ابو مرہ حضرت اسود زمری خالِ رسول ﷺ حضرت براء بن عازب حضرت عبد اللہ بن سلام حضرت عبد اللہ بن مسعود حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں۔اسی طرح آثارِ موقوفہ حضرتِ امیر المؤمنین عثمان غنی حضرت

[5] فتاوٰی رضویہ، ج5، ص110

[6] فتاوٰی رضویہ، ج5، ص110

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں۔

ان روایات کو محدثینِ کرام نے مختلف کتب میں ذکر فرمایا ہے ابن ماجہ ابن ابی الدنیا ابن جریر، ثعلبی ابن مندہ ابو نعیم، طبرانی حاکم ابن عساکر اور عبدالرزاق رحمہم اللہ کے ہاں یہ روایات موجود ہیں۔ ہم نے ان تمام کو اپنے فتاوٰی کی کتاب المبیوع میں تحریر فرمایا اور پوری تخریج کے ساتھ ان کا بیان کر دیا ہے۔ تاہم اس کے باوجود ان میں سے کسی ایک میں بھی بیت اللہ کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ ایک حدیثِ صحیح میں حطیم کعبہ کا ذکر آیا ہے کہ: درہم ربا کھانا اللہ کے نزدیک حطیم کعبہ میں چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے بسندِ صحیح روایت کیا ہے۔

جہاں تک ترکِ نماز کا تعلق ہے اس کے بارے میں بھی نہایت سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں یہاں تک کہ حضرت جابر بن عبداللہ حضرت بریدہ حضرت عبادہ حضرت ثوبان حضرت ابو امامہ حضرت ابن عمر حضرت انس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مرفوع احادیث اور حضرت علی حضرت ابن عباس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے موقوفہ آثار منقول ہیں۔ امام احمد مسلم ابو داؤد نسائی ابن ماجہ ابن حبان حاکم طبرانی محمد بن نصر مروزی دمیاطی بزّار ابو یعلیٰ ابو بکر بن ابی شیبہ تاریخ بخاری ابن عبد البر اور دیگر ائمہ محدثین نے ان احادیث و آثار کو ذکر کیا ہے۔

ان میں ترکِ نماز پر صراحۃً کفر اور بے دینی و مردودیت کا حکم مذکور ہے جیسا کہ امام منذری نے اپنی مشہور کتاب الترغیب والترہیب میں اس کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

مگر جو دو مخصوص الفاظ کہ واعظ نے بیان کیے بیت اللہ میں اپنی ماں سے زنا یہ اصلاً کسی معتبر روایت یا کتاب سے نظر سے نہ گزرے۔ لہٰذا واعظ سے لازم ہے کہ وہ اپنی سند پیش کرے اگر معتبر سند پیش نہ کر سکے تو ایسے بے ثبوت الفاظ سخت وبال اور عظیم گناہ ہیں۔ والعیاذ باللہ رب العالمین واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔[7]

امام احمد رضا کے تطفلاتِ علمی کا تذکرہ:

امام احمد رضا جب فقہ و اصول میں بحث فرماتے تو اسلاف صالحین کے اقوال کو پوری تعظیم و توقیر کے ساتھ نقل کرتے اور پھر ان پر اپنا علمی اضافہ یا توضیح فرماتے یہ طرزِ عمل دراصل ان کی فقاہت کی گہرائی اور ساتھ ہی ساتھ اسلاف کے ادب کا مظہر ہے۔

1. الکافی پر تطفل:

فتاوٰی رضویہ میں جب آپ نے فرضِ اعتقادی و عملی اور واجبِ اعتقادی و عملی کے نقول بیان فرمائے تو بعد ازاں اقوال کے تحت نہایت دقیق بحث ذکر کی۔ یہ دراصل الکافی اور دیگر کتبِ فقہ پر ایک نفیس تطفل ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام احمد رضا نہ صرف اصول فقہ میں گہری نگاہ رکھتے تھے بلکہ متقدمین کی باریک سے باریک تحقیق کو بھی مزید روشن اور نکھار کر پیش کرتے۔

2. بحر الرائق اور دیگر فقہاء پر تطفل:

اسی طرح صاحب بحر الرائق اور دیگر ائمہ فقہ کی تحقیقات پر بھی امام احمد رضا نے تطفل فرمایا۔ یہ تطفلات بظاہر اضافی نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں آپ کی فقاہت اور اصولی بصیرت کا شاہکار ہیں۔ ساتھ ہی اسلاف کے ادب و تعظیم کا محبوب طریقہ بھی ہیں جو امام احمد رضا کی مجددیت کا روشن نمونہ ہے۔

3. صاحب فتح القدیر پر تطفل:

صاحب فتح القدیر فقہائے کرام میں محقق علی الاطلاق کے لقب سے مشہور ہیں۔ امام احمد رضا نے ان کی تحقیقات پر تطفل کیا جو نہایت ہی قابلِ تحسین ہے۔

---

[7] فتاوٰی رضویہ، ج5، ص110

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

مثال کے طور پر حدیث شریف لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب۔[8]

فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ کی تحقیق میں صاحبِ فتح القدیر کا مؤقف اور اس پر امام احمد رضا کی تحقیق ملاحظہ ہو۔ آپ نے اس پر تطفل کرتے ہوئے اپنی توضیحات درج کیں اور اثباتِ قرض وغیرہ میں ایسا علمی نوالہ پیش کیا جو اپنی مثال آپ ہے یہی وجہ ہے کہ کہا جاتا ہے: اگر اپنے زمانہ میں کوئی امام ابو حنیفہ کا نائب تھا تو وہ امام احمد رضا تھے۔

4. امام شعرانی متوفی 973ھ پر تطفل:

امام عبد الوہاب شعرانی نے ائمۂ مجتہدین کے اقوال میں تطبیق دینے کی بڑی کوشش فرمائی۔ امام احمد رضا نے اس پر تطفل کرتے ہوئے لکھا کہ چونکہ امام شعرانی شافعی المذہب تھے اور فقہِ حنفی میں کچھ تساہل کیا اس لیے ان کی تحقیقات محدود رہیں جبکہ ہم حنفی اپنے مذہب کی باریکیوں کو زیادہ بہتر جانتے ہیں۔[9]

اس ضمن میں آپ کے معذرت خواہانہ اور نہایت ادب بھرے الفاظ فتاویٰ رضویہ میں محفوظ ہیں:

اہل البیت أدری بما فیہ۔[10]

گھر والے ہی اپنے گھر کی حقیقت کو بہتر جانتے ہیں۔

5. فتح القدیر اور دیگر مصادر پر تطفل:

امام احمد رضا نے غنیہ، قدوری، فتح القدیر اور ان تمام کتب پر بھی تطفل کیا جن سے فتح القدیر نے خود استفادہ کیا تھا۔ یہ علمی سلسلہ ایسا شاندار ہے کہ بعض اوقات ایک ہی موضوع پر آپ کے تطفلات کی تعداد ایک درجن سے بھی تجاوز کر جاتی ہے۔

6. ابن نجیم مصری متوفی 971ھ پر تطفل:

فقہ حنفی کی بلند پایہ شرح بحر الرائق جو اپنی جامعیت اور گہرائی کے باعث فقہائے احناف کے نزدیک بڑی مقبول ہے۔ امام احمد رضا نے کئی مقامات پر ابن نجیم کی تحقیقات کو مزید نکھارا اور ان پر تطفل کیا۔

مثلاً بعض مسائلِ عبادات اور معاملات میں ابن نجیم نے جن نکات کو اجمالاً بیان کیا امام احمد رضا نے ان کی تفصیل اور توضیح فرما کر گویا اسلاف کے علمی کام پر ایک نیا اضافہ کیا۔ ان کے الفاظ سے جھلکتا ہے کہ وہ ابن نجیم کے مقام و مرتبہ کے معترف ہیں مگر ساتھ ہی علمی بصیرت سے ان کے کلام میں مزید روشنی ڈالتے ہیں۔ یہ تطفلات اس امر کی دلیل ہیں کہ امام احمد رضا نہ صرف ما قبل فقہاء کے شارح تھے بلکہ خود ایک مجدد اور مفسرِ فقہ بھی تھے۔[11]

7. امام ابن ہمام متوفی 861ھ پر تطفل:

امام ابن ہمام کا شمار فقہائے احناف کے بڑے محققین میں ہوتا ہے۔ ان کی تصنیف فتح القدیر محقق علی الاطلاق کے لقب کی عملی تفسیر ہے۔ امام احمد رضا نے ان کی تحقیقات پر تطفل کرتے ہوئے بعض ایسے مسائل کو مزید وضاحت کے ساتھ پیش کیا جن پر خود ابن ہمام نے کلام کیا تھا مگر مزید ابہام باقی رہ گیا تھا۔

---

[8] صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ، حدیث (394)، ج1، ص295

[9] مسعودی، عبد الستار طاہر، مکتوبات مسعودی: امام احمد رضا پر تحقیق اور رہنمائی، ناشر: ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا لاہور، سنِ اشاعت، 2005ء، ص، 150

[10] فتاویٰ رضویہ، ج1، ص17

[11] مکتوبات مسعودی: امام احمد رضا پر تحقیق اور رہنمائی، ص، 150

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X

Print ISSN:3006-6921

مثال کے طور پر: حدیث شریف لاصلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب۔[12]
کی فقہی توضیح میں ابن ہمام کے کلام پر امام احمد رضا نے نہ صرف استشہاد کیا بلکہ ساتھ ہی اپنی علمی تحقیق کا اضافہ فرما کر ایک نئی جہت پیدا کی۔ اسی طرح قرض اور عبادات کے دیگر مسائل میں آپ کی توضیحات اس بات کی شاہد ہیں کہ آپ محض شارح نہیں بلکہ اصولی محقق بھی تھے۔ یہاں امام احمد رضا کا یہ طرز اسلاف پر تطفل بھی ہے اور ساتھ ہی اپنی فقہی بصیرت کا جلال بھی۔

8. حدیث شریف میں تطفلات:

امام احمد رضا نے صرف فقہ اور اصول فقہ ہی میں نہیں بلکہ حدیث کے میدان میں بھی اسلاف کے کلام پر تطفلات کیے۔
مثال کے طور پر: حدیث رفع یدین کے بارے میں اسلاف کی تحقیقات کو نقل کرنے کے بعد آپ نے اپنے تطفلات درج کیے جو اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ آپ اصولِ حدیث اور فقہِ حدیث دونوں کے ماہر تھے۔
اسی طرح بعض احادیثِ فضائل اور احکام میں جب محدثین نے بظاہر متعارض اقوال نقل کیے تو امام احمد رضا نے تطبیق کے اصول استعمال کرتے ہوئے اپنی توضیحات لکھیں اور یہ سب اسلاف کے کلام پر علمی اضافے کے زمرے میں آتا ہے۔[13]

9. تطفلات کا جامع انداز:

یہ بات قابلِ غور ہے کہ امام احمد رضا کے یہ تطفلات کبھی تنقید کے انداز میں نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ ادب و تعظیم کے ساتھ ہوتے ہیں۔ آپ اسلاف کی علمی محنت کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر اضافہ فرماتے ہیں۔ یہی طریقہ آپ کو صرف ایک فقیہ یا محدث نہیں بلکہ مجددِ دین کے منصب پر فائز کرتا ہے۔[14]

10. اصول فقہ میں تطفلات:

امام احمد رضا کو اصولِ فقہ میں بھی غیر معمولی دسترس حاصل تھی۔ آپ نے ما قبل اصولیین جیسے امام سرخسی، امام ابو بکر الجصاص، اور امام ابن الہمام کے کلام پر تطفلات کیے۔
مثلاً: خبرِ واحد کے حجت ہونے پر جب متقدمین و متاخرین کے مابین مختلف اسالیب ملتے ہیں تو امام احمد رضا نے اسلاف کے کلام پر نہ صرف اضافہ فرمایا بلکہ عقلی و نقلی دونوں پہلوؤں سے وضاحت کر دی۔ اسی طرح قیاس اور استحسان کے باب میں آپ نے فقہائے احناف کے اصولی دلائل پر تطفل کرتے ہوئے کئی نئے نکتے بیان فرمائے جنہیں بعد کے محققین نے بھی سراہا۔ یہ تطفلات بتاتے ہیں کہ امام احمد رضا محض مقلد نہیں بلکہ ایک ایسے اصولی محقق ہیں جو اپنے اسلاف کی علمی وراثت کو نئی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔[15]

11. علم کلام اور عقائد میں تطفلات:

امام احمد رضا کے علمی کارناموں کا سب سے نمایاں پہلو علمِ کلام اور عقائد میں ہے۔ آپ نے امام اشعری، امام ماتریدی، امام غزالی اور علامہ تفتازانی وغیرہ کے مباحث پر تطفلات کیے۔ مثال کے طور پر: صفاتِ باری تعالیٰ کے اثبات میں جب بعض متکلمین نے تاویل یا تفویض کے اصول بیان کیے تو امام احمد رضا نے ان کے اقوال کو ذکر کر کے نہایت باریک علمی اضافے فرمائے۔

---

[12] صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ، حدیث (394)، ج 1، ص 295
[13] مکتوبات مسعودی: امام احمد رضا پر تحقیق اور رہنمائی، ص، 151
[14] مکتوبات مسعودی: امام احمد رضا پر تحقیق اور رہنمائی، ص، 151
[15] مکتوبات مسعودی: امام احمد رضا پر تحقیق اور رہنمائی، ص، 151

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

مسئلہ رویتِ باری تعالیٰ میں متکلمین کے دلائل پر آپ کے تطفلات نہایت گہرے اور مدلل ہیں جس سے آپ کی عقلی و نقلی مہارت دونوں ظاہر ہوتی ہیں۔ اسی طرح ختمِ نبوت، علم غیب نبوی ﷺ اور معجزاتِ انبیاء کے ابحاث میں بھی آپ کے اضافی نکات واضح طور پر اسلاف کے کلام پر علمی تطفلات ہیں۔[16]

12. جامعیتِ تطفلات:

ان تمام مثالوں سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ امام احمد رضا نے حدیث کے میدان میں، فقہ اور اصول فقہ میں اور عقائد و کلام کے شعبوں میں اپنے اسلاف کے کلام پر تطفلات کر کے نہ صرف ان کی تحقیقات کو مزید واضح کیا بلکہ علمی ذخیرے میں گراں قدر اضافہ بھی فرمایا۔[17]

یہی وجہ ہے کہ آپ کے علمی مقام کو صرف شارح یا ناقل کہنا درست نہیں بلکہ آپ کو بجا طور پر مجددِ وقت اور محققِ مطلق کہا جاتا ہے۔ فقہِ حنفی میں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر اگر وضو میں ہو تو یہ لازم کرتا ہے کہ وضو کی تمام سنتیں تین تین بار ادا کی جائیں۔ لیکن فقہائے احناف خصوصاً ابن الہمام اور پھر امام طحاوی وغیرہ نے کثرتِ احادیث سے یہ ثابت کیا کہ ایک ایک بار وضو کرنا بھی ثابت ہے اور نبی کریم ﷺ سے بکثرت احادیث میں وضو کا صرف ایک بار کرنا منقول ہے اس کو امام احمد رضا بطور تائید تطفل فرماتے ہوئے ذکر کرتے ہیں۔[18]

للعبد يصعف في الحديث و جهان الاول جمل العرفة على المرة الى عسل كل عضو مرة مرة ولهذا تحل بمئة فلا نسلم إن ذكر المصنف والاستنشاق يستلزم استيعاب جيع السنن لا يجوزا أن يكون هذا بياناً لجوان الانتصار على مرة في الفرائض . السنن وما فيه من البعد للفظى لعديد جمع فارق الحديث فليعبد الرزاق من عطاء بن اليسار عن ابن عباس انه ما فغسل كل عضم منة غسلة واحدة و كران النبي ﷺ كان يفعله والسعيد بن منصور في سته بلفظ تقضا النبيﷺفادخل يده في الانساء نمضمض واستنشق مرة واحدة ثما دخل يده نصب على وجمعة مرة وصب على يده مرة مرةً ومسح براسه واذنيه مرة ثم اخذ ملا كنه من ما فرش على قدميه وهو منتقل و بسياتي تفسير هذا الرش في الحديث بل روى البخارى قال حدثنا محمد بن يوسف ثنا سفين عن زيدحلفظ توضأ النبيﷺمرة منه وقال أبو داود حدثنا مستدرثنا يحيى عن سفين فى زيد وقال النسائي الحساب محمد بن مثنى شنا يحيى عن سفين شانيد فقال الامام الاجل الطحاوي حدثنا ابن مرزوق ثنا ابو عاصم عن سفين عن زيد ولفظ الالين فيه الا اخبر كه بوضوء رسول ﷺ نتو ضامرة مرة وبمعنا الفظ الطحاوى والنسائى من طريق ابن عجلان المذكور بعد ما هو عسل وجهه غسل يده مرة ومسح براسه واذنيه منه الحديث وفي هذا والذى مي عن سعيد بن منصور ابانة ما ذكرته من ان ذكر المضمضة ستنشاق لا يستلزم استيعاب السنن حتى بنا في ترك التثليث وعقد تظافرت الروايات على لفظ مرة و الاحاديث يفسر بعضها البعضا تكيف وقد امحمد المخرج اقول وقد لشد عضمه ان الحديث مطولا عند ابن ابي شيبه بن سيادة ثم غون غرفة فمسح راسه واذنيه الحديث فالغرفة التي كانت ترضى كلا من الوجه واليد والرجل لو استعملت في الراس الغسله فاغا الا دو الله تعالى اعلم المرة مع التجديد ورحم الله ابا حاتم انه قال ما كنا لغرف الحديث حتى نكبته من ستين وجها وانا اعلم ان الجادة في روايات الوقائع حمل الاعداد على الاخص ولكن يمر وفى العكس لاجل التصحيح والثاني حمل الغرفة على الحفنته اى بكلتا اليدين وربما للطق عليها فروى البخاري عن ام المومنين رضى الله عنها فيها حكت غلسه ﷺ ثم يصب على رأسه ثلث غرف بيديه ولابي داؤد عن ثوبان عن النبي ﷺاما المتة فلا عليها ان لا تنفضته الطحاوي عن محمد بن السحق عن بن طلمه عن عبيد الله الخولاني عن عبد الله بن عباس عن على عن النبيﷺوفيهثم ادخل يديه جميعا ناخذ خذنة من ماء فقب بها على رجله وينها النعال نخلها بها ثم الأخرى مثل ذلك ولفظ الطحاوي ثم الخ .[19]

---

[16] ایضاً

[17] ایضاً

[18] ایضاً

[19] مکتوبات مسعودی: امام احمد رضا پر تحقیق اور رہنمائی، ص، 153

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

یہ بات ممکن ہے کہ حدیث میں دو پہلو ہوں۔

اول یہ کہ ہر عضو کو علیحدہ علیحدہ ایک ایک مرتبہ دھویا جائے اور اسی وجہ سے سو مرتبہ دھونا بھی جائز ہو گا۔ پس ہم یہ نہیں مانتے کہ مصنف کا کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر اس بات کو لازم کر دے کہ باقی تمام سنتوں کا بھی التزام لازم ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ذکر ان فرائض کے بیان کے طور پر ہو جن میں ہر عضو کو ایک بار دھونا کافی ہے۔ اور جو اس پر لفظی دوری کا اعتراض ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کی مختلف روایات میں فرق ہے۔ چنانچہ امام عبدالرزاق نے عطا ابن یسار کے واسطے سے سیدنا ابن عباس سے روایت کی ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے ہر عضو کو ایک مرتبہ دھویا اور فرمایا کہ نبی ﷺ اسی طرح وضو فرمایا کرتے تھے۔[20]

اسی طرح سعید بن منصور نے اپنی سنن میں یہ روایت بیان کی:

نبی اکرم ﷺ نے وضو فرمایا تو آپ نے اپنے ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالے ایک ہی مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر ہاتھوں کو دھویا چہرہ ایک بار دھویا دونوں ہاتھ ایک بار دھوئے سر اور کان ایک بار مسح کیے پھر دونوں پاؤں ایک بار دھوئے اور یہ سب اس حال میں کہ آپ منتقل ہو رہے تھے۔[21]

اس وضاحت سے حدیث کا مقصود اور معنی کھل جاتا ہے۔ بلکہ امام بخاری نے بھی یہ روایت نقل کی ہے کہ:

ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا ہم سے سفیان نے بیان کیا ان سے زید نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور ہر عضو کو ایک ہی بار دھویا۔[22]

امام ابو داود نے بھی یہی روایت کی ہے نیز امام نسائی نے بھی محمد بن مثنیٰ کے واسطے سے بیان کی۔

پھر امام طحاوی نے بھی ابن مرزوق کے واسطے سے یہی روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور ہر عضو کو ایک ہی بار دھویا۔ اسی طرح امام طحاوی اور نسائی نے ابن عجلان کے طریق سے روایت کی ہے کہ:

آپ ﷺ نے منہ ایک بار دھویا ہاتھ ایک بار دھوئے سر اور کان ایک بار مسح کیے۔ ان روایات اور سعید بن منصور کی روایت میں واضح دلیل ہے کہ مضمضہ اور استنشاق کا ذکر یہ لازم نہیں کرتا کہ ہر سنت کو تین تین مرتبہ بجالایا جائے بلکہ بعض مواقع پر ایک بار پر بھی اکتفا فرمایا گیا۔ چنانچہ متعدد روایات میں لفظ مرۃ ایک بار ہی آیا ہے اور احادیث ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔ امام محمد نے بھی اس روایت

کو مطول ابن ابی شیبہ کے طریق سے ذکر کیا کہ: رسول اللہ ﷺ نے وضو میں ایک ہی چلو سے چہرہ اور ہاتھ دھوئے اور سر کا مسح کیا۔

اسی بنا پر بعض روایات میں ایک بار کے ساتھ تجدید کا ذکر ہے اور بعض میں صرف ایک بار پر اکتفا کیا گیا۔[23]

امام ابو حاتم متوفی 277ھ نے فرمایا:

ہم ایک حدیث کو قبول کرنے کے لیے کم از کم ساٹھ سندوں سے اس کی تحقیق کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اصل قاعدہ یہ ہے کہ روایاتِ وقائع میں تعداد کو اقل پر محمول کیا جائے۔ لیکن کبھی تصحیح کے لیے اس کے برعکس بھی کیا جاتا ہے۔ اسی طرح غرفہ کا معنی کبھی دونوں

---

[20] صحیح مسلم، کتاب الوضوء، باب الاستحباب غسل الوجہ والیدین والرأس والرجلین فی الوضو، حدیث (221)، ج 1، ص 145

[21] القرطبی، سعید بن منصور، سنن سعید بن منصور، باب الوضوء، حدیث (275) ناشر: دار الصمیعی للنشر والتوزیع، سنِ اشاعت 1417ھ، ج 1، ص 35

[22] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب ماجاء فی الوضوء، حدیث (160) ناشر: دار الطباعۃ المصریۃ مصر، سنِ اشاعت، 1960ء، ج 1، ص 185

[23] صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب ماجاء فی الوضوء، حدیث (169)، ج 1، ص 190

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

ہاتھوں سے لیناہوتا ہے۔[24]

جیسا کہ امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی ﷺ اپنے سر پر دونوں ہاتھوں سے تین چلو پانی ڈالتے تھے۔ [25]

اسی طرح ابو داود نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ: آپ ﷺ نے غسل فرمایا تو ہاتھ سے تین چلو پانی سر پر ڈالا۔[26]

امام طحاوی نے بھی حضرت ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے طریق سے یہ روایت نقل کی کہ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے ایک چلو لیا اور اپنے پاؤں پر ڈالا اور ساتھ ہی نعلین میں انگلیوں سے خلال بھی کیا۔[27]

محل استدلال:

1. مضمضہ واستنشاق کا ذکر تمام سنتوں کے استیعاب تین تین بار کو لازم نہیں کرتا۔
2. مختلف روایات میں وارد مرہ مرہ ایک ایک بار وضو کرنا، خود اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وضو کے اعمال میں تنوع ہے اور تین بار پر ہی اقتصار یا التزام واجب نہیں۔
3. احناف کا یہ طرزِ استدلال صرف ایک دو روایات پر نہیں بلکہ بکثرت صحیح اور متواتر احادیث پر مبنی ہے جنہیں ایک دوسرے کے ساتھ تطبیق دے کر پیش کیا گیا ہے۔
4. اس سے یہ اصول بھی ثابت ہوا کہ: احادیث ایک دوسرے کی تفسیر اور توضیح کرتی ہیں اور ان میں وارد اختلاف جمع و تطبیق سے حل ہوتا ہے نہ کہ رد یا انکار سے۔

آپ کے یہ تطفلات ایک دو نہیں بلکہ سیکڑوں فتاویٰ رضویہ میں موجود ہیں اور ہر ایک میں نئی آن شان اور علمی مقام نظر آتا ہے۔[28]

وضو و غسل کے بعد اعضائے وضو کو کپڑے سے پونچھنے کا حکم اہل علم کے نزدیک وضو یا غسل کے بعد بدن یا اعضائے وضو کو کپڑے یا تولیے سے پونچھ لینا مستحب عمل ہے۔ البتہ بعض نے اس کے استحباب کا انکار کیا اور اس پر ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث شریف سے استدلال کیا۔ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ نے غسل کے بعد ایک کپڑا پیش کیا گیا مگر آپ ﷺ نے اسے قبول نہیں فرمایا۔[29]

محدثین کے جوابات:

اس حدیث پر محدثین نے مختلف انداز میں جوابات دیے تاکہ وضو و غسل کے بعد اعضائے بدن پونچھنے کے استحباب کی نفی نہ ہو۔ ائمہ و شراح نے متنوع توجیہات ذکر کیں اور یہ واضح کیا کہ اس سے کلی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔

---

[24] الحسنی، عبد القادر، امام، المقدمۃ فی علوم الحدیث، ناشر: دار الفکر لبنان، سن اشاعت، 1420ھ، ج1، ص28

[25] صحیح مسلم، کتاب الوضوء، باب مسح الراس، حدیث (250)، ج1، ص150

[26] السجستانی، محمد بن عثمان بن عبد اللہ ابو داؤد، سنن ابو داؤد، کتاب الغسل، باب غسل رسول اللہ ﷺ حدیث (257)، ناشر: دار ابن کثیر دمشق، سن اشاعت، 1425ھ، ج1، ص200

[27] السخاوی، شرف الدین، امام، جامع الصغیر، باب الوضوء، حدیث (2704)، ناشر: دار المعرفۃ لبنان، سن اشاعت، 1405ھ ج1، ص112

[28] مکتوبات مسعودی: امام احمد رضا پر تحقیق اور رہنمائی، ص155

[29] صحیح بخاری، کتاب الغسل، باب غسل النبی ﷺ، حدیث (285)، ج1، ص220

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

امام نووی کا جواب:

ممکن ہے کہ وہ کپڑا میلا ہو اور حضور ﷺ نے اسی وجہ سے اسے پسند نہ فرمایا۔[30]

امام احمد رضا کا تنقیدی تبصرہ:

امام احمد نے اس توجیہ کو ناپسند فرمایا اور فرمایا کہ یہ بات دراصل ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی شان کے منافی ہے۔ کیوں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایسا کپڑا پیش کریں جو میلا یا ناپسندیدہ ہو؟

چنانچہ امام احمد رضا نے اپنی تحقیق میں فرمایا:

اقول: وفیہ بعد أن تکون ام المؤمنین اختارت لہ ﷺ مثل ھذا مع علما بجمال نزاہتہ ونظافتہ ﷺ ۔[31]

میں کہتا ہوں: یہ بعید ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے لیے ایسا کپڑا منتخب کیا ہو حالاں کہ وہ آپ ﷺ کی طبعی صفائی اور کامل نظافت سے بخوبی واقف تھیں۔

امام احمد رضا کی توجیہ:

امام احمد رضا نے اس حدیث کی بہتر اور قوی توجیہ یہ ذکر فرمائی کہ:

ممکن ہے کہ حضور ﷺ نے کپڑا اس لیے نہ لیا ہو کہ نماز کی جلدی تھی اس لیے آپ ﷺ نے بدن کو یونہی خشک ہونے دیا۔

اس مقام پر امام احمد رضا نے نہ صرف امام نووی کی توجیہ پر تنقیدی نظر ڈالی بلکہ ایک ایسا جواب پیش کیا جو شانِ رسالت ﷺ اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی عظمت کے بھی عین مطابق ہے اور محدثین کے اسلوب کے بھی موافق ہے کہ حدیث کی توجیہ ایسی ہو جو متن، سیاق اور صحابہ کے مقام و مرتبہ کے منافی نہ ہو۔[32]

ادب و تعظیم تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے امام احمد رضا کا منہج صرف نبی کریم ﷺ تک محدود نہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے حق میں بھی کامل ادب اور اعلیٰ درجے کی تعظیم پر قائم ہے۔ جہاں کہیں بھی کسی عالم یا مصنف سے انبیاء کرام کے حق میں معمولی سا بھی تساہل یا بے ادبی کا شبہ گزرتا ہے امام احمد رضا فوراً تطفل کے رنگ میں اقول لکھ کر اس کی توضیح اور اصلاح فرماتے ہیں۔ چنانچہ کشف الرموز میں علامہ مقدسی سے یہ تساہل ہوا کہ نیند کے دوران آنکھ بند ہونا دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں ثابت نہیں ہے۔[33]

امام احمد رضا نے اس کو قبول نہ کیا اور اس کے جواب میں حدیث شریف بطور دلیل ذکر فرمائی:

قال رسول اللہ ﷺ "الأنبیاء تنام أعینھم ولا تنام قلوبھم۔[34]

---

[30] نووی، یوسف بن عبد اللہ بن محمد، شرح صحیح مسلم، کتاب الغسل، باب غسل النبی ﷺ، حدیث (572)، ناشر: دار طوق النجاۃ لبنان، سن اشاعت، 1420ھ، ج4، ص102

[31] فتاویٰ رضویہ، ج1، ص321

[32] ایضاً

[33] المقدسی، احمد بن محمد، ابو العباس، کشف الرموز، ناشر: دار الکتب العلمیۃ بیروت، سن اشاعت، 1416ھ، ج1، ص162

[34] صحیح مسلم، باب فضل النبی ﷺ و خصوصیتہ فی الرؤیا، حدیث (2338) ج5، ص9

انبیاء علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن ان کے دل نہیں سوتے۔

یہاں امام احمد رضانے صراحت کے ساتھ فرمایا کہ یہ صفت تمام انبیاء کرام کے ساتھ خاص ہے نہ کہ صرف سید المرسلین ﷺ کے ساتھ۔ مزید امام احمد رضانے اس بات کو اور بھی تقویت بخشی اور حجر العلوم کے حوالے سے یہ نکتہ ذکر فرمایا کہ یہ خصوصیت اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے طفیل سیدنا غوث الاعظم کو بھی عطا فرمائی بلکہ بعض دیگر اکابر اولیاء کو بھی اس مرتبہ تک پہنچنے کا شرف حاصل ہوا۔ البتہ یہ واضح کیا کہ کسی ولی کا درجہ اور مرتبہ ہر گز سیدنا حضور غوث اعظم کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔

یوں امام احمد رضانے ایک طرف انبیاء علیہم السلام کی شانِ عالی میں معمولی سی کوتاہی کی بھی اصلاح فرمائی اور دوسری طرف اکابر اولیاء کے فضائل کو بھی صحیح مقام پر پیش کر کے حدیث شریف سے مدلل طور پر ثابت کیا۔

امام احمد رضانے وضو کے بعد وضو کرنے میں مختلف آئمہ کے اقوال احادیث کی روشنی میں ذکر فرما کر اپنا مؤقف بیان کرتے ہوئے علماء پر تطفل کیا اس بحث میں امام احمد رضانے مختلف ائمہ وشراح کے اقوال کا جائزہ لے کر یہ واضح فرمایا ہے کہ:

1. بعض علماء نے ایک ہی مجلس میں بار بار وضو کرنے کو مکروہ کہا۔
2. بعض نے اسے محض اسراف قرار دیا۔
3. بعض نے اس کو سنتِ مؤکدہ قرار دیا جب وہ نماز یا کسی اور غرضِ شرعی کے لئے ہو۔
4. امام احمد رضانے ان اقوال کا تنقیدی جائزہ لیا اور یہ نتیجہ نکالا کہ اگر وضو کی تجدید کسی مقصدِ شرعی یا زیادتِ نظافت کے لئے ہو تو مستحب اور پسندیدہ ہے اور اگر محض بلاوجہ اور اسراف کے طور پر ہو تو مکروہ ہے۔

اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

علامہ حلبی نے یہ اشکال قائم کیا اور علامہ علی قاری نے مرقاۃ باب سنن الوضو غسل ثانی پر حدیث لائے۔

اقول: اولا جب آئمہ ثقات نے ہمارے علما کا اتفاق نقل کیا اور دوسری جگہ سے خلاف ثابت نہیں تو بحث کی کیا گنجائش ثانیاً عبادت غیر مقصودہ بالذات ہونے پر اتفاق سے یہ لازم نہیں کہ وہ وسیلہ ہی ہو کر جائز ہو بلکہ فی نفسہ بھی ایک نوع مقصدیت سے حظ رکھتا ہے۔

لہٰذا اجماع ہے کہ ہر وقت باوضو رہنا ہر حدث کے بعد وضو کرنا مستحب ہے فتاوی قاضی خان میں وضوئے مستحب کے شمار میں ہے۔[35]

[35] قاضی خان بن عبد اللہ، فتاوٰی قاضی خان، باب وضوء المحافظۃ علی الوضوء، ناشر: دار الفکر بیروت، سن اشاعت، 1426ھ، ج 1، ص 275

زاد على هذا فقد رسا و تعدى۔[36]
ومنها المحافظة على الوضوء وتفسيره يتوضأ كلما حدث ليكون على الوضو في الاوقات كلها۔
امام رکن الاسلام محمد بن ابن بکر بھی شرعتہ الاسلام المحافظ على الوضو سنت الاسلام میں شرح کرتے ہیں اس کے بعد امام احمد رضا نے مسجد، نماز و سہو و نظر وشکر، شکرو سجدہ سے ذکر کرکے فرمایا اما بغير سبب فليس بقربة ولا مكروه سجدہ بے سبب میں نہ ثواب نہ کراہت نقله عن المجتبى مقرا عليه ونقله عن الغنيته في رد المختار ايضاً واقر بهذا هينا واعتمد ذلك شمالان يحمل هنا على كراهته التنزيه ما ثم على نفى الما ثم اى كراهته التحريم فيتوافقان كمن يحتاج الحكم بكراهة وتونزية إلى ميل يغيه شرعاً كما تقديم هويم ليستند او هنيا إلى نقل فالله اعلم عاشراً (ا قول) وجا ءالله توفيق۔
سجدہ سب سے زیادہ خاص حاضری دربار ی ملک الملوک عزوجلالہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد فاكثر الدعاء۔[37]

سب حالتوں میں سجدہ سے بندہ اپنے رب سے قریب ہوتا ہے اس میں دعا با کثرت کرو۔ اور بادشاہی میں بلا اذن حاضری جرات اور سجدہ ہے سبب کے لئے اذن معلوم نہیں والہذا شافعیہ کے نزدیک حرام ہے كما صرح به الامام الاردبيلى الشافعي فى الانوار۔ اسی بناء پر اگر سجدہ بلا سبب مکروہ ہو تو وضو اس قیاس بلا جامع سے رہا۔[38]

علامہ شامی کا اس کی تائید میں فرمان کہ ہدیہ ابن عماد میں ہے۔
قال فى شرح المصابيح انما ليستجب الوضو اذا صلى بالوضو الاول صلاة كذا في الشرعة و الغنيته وكذا ما قاله المنادى في شرح الجامع الصغير حديث من توضا على طهران المراد الوضوء الذى صلى به فرضا او نفلاً كما بينه فعل راوى الخير ابن عمر رضى الله تعالى عنهما فمن لم يصل به شيئا لالين له تجديده اه؟) و مقتضى هذا كراهته وان تبدل المجلس ماله يود به صلوة او نحوها ام اقول شمعة الاسلام میں اس کا پتہ نہیں اس میں صرف اس قدر ہے التطهر لكل صلوة سنة النبي عليه الصلوة والسلام ہاں سید علی زادہ نے اس کی شرح میں مضمون مذکورہ مصابیح سے نقل کیا اور اس سے پہلے صاف تیمیم کا حکم دیا حیث قال فالمؤمن ينبغى ان يجدد الوضوء في كل وقت وان على طهر قال رسول الله ﷺ من توضا على هر كتب له عشر حسنات وقال في شرح المصابيح تجديد الوضوء في كل وقت انما ليستحب از اصلى بالوضو ءالأول صلوة والافلاه قلت و به ظهران قوله كذا في الشرعة اى شرحها اشارة الى قوله قال في شرح المصابيح لا دخل تحت قال بحر حال اولا قنیہ کا حال ضعف معلوم ہے اور شرح شروع بھی مبسوط و نہایہ عنایہ معراج الدرایہ و کافی و فتح القدیر و علیہ وسراج و خلاصہ و ناطقی میں کسی کے معارض نہیں ہو سکتی ناکہ انکار اوران کے ساتھ اور کتب کثیرہ سب کے مجموع کا معارضہ کرے پھر اعتبار منقول عنہ کا ہے اور شرح مصابیح شروح حدیث سے ہے معتمدات فقہ مقابلہ نہ کرچکی کہ مسئلہ اتفاق علامہ مصطفے رحمتی نے شرح شارق ابن ملک کی نفص تصریح کو اسی بنا پر رد کیا اور اسے اطلاقات کتب مذہب کے مقابل معاوضہ کے قابل نہ مانا اور خود علامہ شامی نے اسے نقل کر کے مقرر رکھا حيث قال على قوله لكن في شرح المشارق لا بن ملك لم وطها وهى نائمة لا يحلها للأول لعدم ذوق العسيلة فيه ان هذا الكتاب ليس موضوعاً لنقل المذهب و اطلاق المتون والشروح ويرده وزوق العسيلة للنائمة موجود حكما الا يمك ان النائم اذا وجد السيل يجب عليه الغسل مكن المغمى عليه الخ۔[39]

---

36 فتاوٰی رضویہ، ج15، ص87

37 صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والدعاء فیہ، حدیث(482)، ج2، ص110

38 فتاوٰی رضویہ، ج29، ص232

39 فتاوٰی رضویہ، ج29، ص232

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

ثانیا علامہ مناوی شافعی ہیں فقہ میں ان کا کلام نصوص فقہ حنفی کے خلاف کیا۔ قابل ذکر ثالثا وہی مناوی اسی جامع صغیر کی شرح تیسیر میں کہ شرح کبیر کی تلخیص ہے اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں۔

فتجدید دید الوضوء سنة موکدہ ان صلی بالاول صلاۃ ما۔

معلوم ہوا کہ لالیس سے ان کی مراد نفی سنت مؤکدہ ہے اور اس کی نفی متقی کراہت نہیں وجہ دوم ایک جلسہ میں وضو کی تکرار مکروہ ہے سراج دہاج میں اسے اسراف کہا تو قبل تبدیل مجلس عضو علی الوضو کی نیت کیونکر کر سکتا ہے یہ شبہ بحر الرائق کا ہے۔[40]

لو زاد علی الثلث لطمانیته القلب عند الشك وضوء آخر فلا باس به هکذا فی التهایته والسراج الوهاج۔[41]

کیا کلام سراج خود اپنے مناقض ہے اور اگر ہے تو ان کا وہ کلام حق یا قبول ہو گا جو عامہ اکابر محول کے موافق ہے یا وہ کہ ان سب کے اور خود ان کے اپنے بھی مخالف ہے لاجرم صاحب بحر کے برادر تلمیذ نے نہر الفائق میں ظاہر کر دیا کہ سراج نے ایک مجلس میں چند وضو کو مکروہ کہا ہے دوبار میں حرج نہیں تو اعتراض نہ رہا سراج وہاج کی عبارت یہ ہے لو

تكرر الوضو في مجلس واحد مو ا ر ألم يتحب بل يكره لما فيه من الاسراف ه و هذا هو ما خذ ماتدهنا عن الموکی النابلسي۔

اقول در باللہ التوفیق وضوئے جدید میں کوئی غرض صحیح مقبول شرع ہے یا نہیں اگر نہیں تو واجب مطلق تجدید مکروہ ممنوع اگرچہ ایک ہی بار اگرچہ مجلس بدل کر اگرچہ ایک نماز پڑھ کر بیکار بہانا ہی اسراف ہے اور اسراف ناجائز اور اگر غرض صحیح ہے مثلاً زیادت نظافت تو وہ غرض زیادت قبول کرتی ہے یا نہیں اگر نہیں تو ایک ہی بار کی اجازت چاہیئے اگرچہ مجلس بدل جائے کہ تبدیل مجلس نامتزاید کو متزاید نہ کر دے گا وہ کون سی غرض شرعی ہے کہ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے تو قابل زیادت نہیں اور وہاں سے اٹھ کر ایک قدم ہٹ کر بیٹھ جائے تو از سرنو زیادت پائے اور اگر ہاں تو کیا وجہ ہے کہ مجلس میں دوبار تکرار کی اجازت نہ ہو بالجملہ جگہ بدلنے کو اس باب میں کوئی دخل نظر نہیں آتا تو قدم قدم ہٹ کر سو بار تکرار کی اجازت اور بے ہٹے ایک بار سے زیادہ کی ممانعت کوئی وجہ نہیں رکھتی احادیث بے شک مطلق ہیں اور ہمارے ائمہ کا متفق علیہ مسئلہ بھی یقینا مطلق اور ایک متعدد کا تفرقہ ناموجہ۔[42]

امام احمد رضا اور فن اسماء الرجال:

فن اسماء الرجال کی تعریف:

فنِ اسماء الرجال وہ علم ہے جس میں رواۃِ حدیث کے حالات و اوصاف کا تفصیلی مطالعہ کیا جاتا ہے مثلاً ان کا حسب و نسب، ولادت و وفات، اسفار و رحلات، شیوخ و تلامذہ، علم و فضل، حفظ و ذکاوت، ثقاہت یا ضعف اور دیگر شخصی و اخلاقی اوصاف۔ اس علم کی بدولت محدثین کرام رواۃ کے مراتب متعین کرتے ہیں اور روایت کردہ احادیث کی صحت و ضعف کا حکم لگاتے ہیں۔

علامہ سخاوی فن اسماء الرجال کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ:

التعریف بالوقت الذی تضبط بہ الاحوال بالموالید والوفیات ویلتحق بہ ما یتفق من الحوادث والوقائع التی ینشاعنہا معان حسنۃ من تعدیل وتجریح ونحو ذلک۔[43]

---

40 ایضاً

41 ایضاً

42 فتاویٰ رضویہ، ج14، ص148

43 السخاوی، محمد بن عبد الرحمن، امام، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث، باب مقدمہ علوم الحدیث یا علم الرجال، ناشر: دار الامام الطبری، سن اشاعت، 1412ھ، ج4، ص309

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

فن اسماء الرجال کی اہمیت: نبی اکرم ﷺ کے

اقوال وافعال وتقریرات کی حفاظت وصیانت کرنا مسلمانوں کے اہم دینی فرائض سے ہے کیوں کہ کتاب اللہ کے بعد احکام شرعیہ کی دوسری اصل اور بنیاد حدیث رسول ہے ہی ہے اللہ رب العزت نے اس کی حفاظت کے لیے سب سے پہلے جناب رسول ﷺ کو چنا، انھوں نے کلمات نبویہ کو اپنے قوی محافظ رسولوں اور محکم سینوں میں محفوظ رکھا اور امانت ودیانت کے ساتھ بعد والوں کو یہ گراں قدر امانت جلیل الشان ذخیرہ اور اہم علمی سرمایہ سپرد فرمایا۔

حدیث کو روایت کرنے والے جب تک صحابہ کرام تھے اس فن کی کوئی ضرورت نہ تھی پھر جب افتراق وانتشار رونما ہوئے اور فتنے فسادات عام ہوئے، اختلاف وانتشار و بدعات کا آغاز ہوا حضور ﷺ اور صحابہ کرام کی طرف غلط باتیں منسوب ہونے لگی ضعفاء کی تعداد میں اضافہ، اسباب ضعف میں تنوع، دروغ گوئی کی کثرت ہوئی تو کچھ ہوس پرستوں نے اپنے ناپاک مقاصد کے لیے اس اہم علمی سرمایہ میں ردوبدل اور تحریف کی ناپاک کوششیں کیں تاکہ مسلمانوں کا تعلق اسلام سے کمزور کرکے اسلام کو نیست ونابود کردیں تو ایسے وقت میں اللہ تعالی نے اس عظیم الشان علمی ودینی سرمایہ کی نگہداشت کے لیے ایسے اسباب ووسائل مہیا فرمایا کہ ان کی ساری کوششیں ناکام ہوگئیں اور ان کی ساری آرزوئیں خاک میں مل گئیں۔

چنانچہ ایسے ائمہ جرح وتعدیل پیدا ہوئے جنھوں نے اپنی محنت سے اس عظیم سرمائے کی ایسی حفاظت فرمائی کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کرکے رکھ دیا راویان حدیث کے احوال وکوائف کو جانچنے کے لیے اصول مقرر کئے اور ان پر نقد وجرح کے لیے ایک معیار قائم کیا جس کے ذریعہ صحیح، ضعیف، اصل اور بے اصل روایتوں میں فرق کیا جاسکے اور خواہش پرستوں کی ہوس پرستی کا دروازہ بند کیا جاسکے پھر رفتہ رفتہ اسے ایک فن کی حیثیت حاصل ہوئی جسے محدثین کے عرف میں فن اسماء الرجال و من جرح وتعدیل کہا جانے لگا۔[44]

رجالِ حدیث کا علم علوم حدیث کے اہم علوم سے ہے اس لیے کہ علم حدیث میں متن وسند سے بحث ہوتی ہے اور سند میں مذکور لوگ ہی رجال حدیث کہلاتے ہیں اس لیے اس فن کے ماہرین نے اس علم کا کافی اہتمام فرمایا ہے۔ اسانید پر کلام راویوں کے حالات زندگی کی تحقیق وتفتیش اور ان پر جرح وتعدیل کے اعتبار سے حکم لگانے کا کام بھی شروع ہوا۔

1. راویوں کی پہچان اور قوتِ روایت:

تطبیق کے وقت سب سے پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ روایت بیان کرنے والے راوی کا مرتبہ کیا ہے؟

اگر ایک روایت ثقہ راوی سے آئی ہے اور دوسری ضعیف یا کمزور راوی سے تو امام احمد رضا جیسے محدثین پہلے اسماء الرجال کی روشنی میں راویوں کے حالات دیکھتے ہیں پھر فیصلہ کرتے ہیں کہ کون سی روایت کو بنیاد بنایا جائے اور کون سی کو ثانوی حیثیت دی جائے۔[45]

2. راوی کے حالاتِ زندگی اور روایت کا محل:

بعض اوقات دو روایات بظاہر متعارض معلوم ہوتی ہیں مگر راویوں کے حالات دیکھنے سے حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک راوی نے اپنے ابتدائی دور میں روایت کی ہو اور دوسرے نے آخری دور میں تو اس فرق کو سمجھے بغیر تطبیق ممکن نہیں۔ یہاں اسماء الرجال مددگار ثابت ہوتا ہے۔

3. اسفار وملاقاتوں کی تحقیق:

---

[44] ماہنامہ پیغامِ شریعت: مصنف اعظم نمبر، مصباحی، سراج احمد قادری، ج4، شمارہ 36، ناشر: گلی سروتے ٹیا محل جامع مسجد دہلی، ط1، سن اشاعت 2018ء، ص262

[45][45] ماہنامہ پیغامِ شریعت: مصنف اعظم نمبر، ص262

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X

Print ISSN:3006-6921

کئی دفعہ کسی راوی کے بارے میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ دوسرے راوی سے ملا بھی تھا یا نہیں؟ اگر ملاقات ثابت نہ ہو تو روایت منقطع ہو جاتی ہے۔ امام احمد رضا جیسے محدثین اسماء الرجال کے ذخیرے سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ فلاں راوی کی فلاں راوی سے ملاقات ممکن ہے یا نہیں اور اسی بنیاد پر تطبیق یا ترجیح طے کرتے ہیں۔

4. ثقہ وغیر ثقہ کا توازن

جب ایک طرف کئی ثقہ راوی ہوں اور دوسری طرف کم درجے کے راوی تو فن اسماء الرجال فیصلہ کن کردار ادا کرتا ہے کہ کس کو ترجیح دی جائے۔ امام احمد رضا نے اپنی کتب میں جگہ جگہ یہ اصول برتا ہے۔[46]

علم حدیث اپنے تنوع کے اعتبار سے نہایت وسیع علم ہے۔ امام سیوطی نے تدریب الراوی میں اس طرح کے تقریبا سو علوم شمار کرائے ہیں جن سے علم حدیث میں واسطہ ضروری ہے۔ لہٰذا ان تمام علوم میں مہارت کے بعد ہی علم حدیث کا جامع اور اس علم میں درجہ کمال کو پہنچ سکتا ہے۔ کبھی بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حدیث ہر عیب سے پاک ہے صحیح ہے جرح کی کوئی گنجائش نہیں مگر حقیقت میں کوئی ایسا ستم ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ حدیث ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے مثلا بظاہر متصل ہے مگر حقیقت میں متصل نہیں بظاہر مرفوع ہے مگر حقیقت میں موقوف ہے متن میں ردوبدل ہو گیا ہے یا سند میں یا کسی راوی سے وہم ہو گیا ہے اس کی شناخت دشوار ہے۔ حتیٰ کہ عبد الرحمن بن مہدی نے کہا کہ ان علل کی معرفت بغیر الہام کے نہیں ہو سکتی۔ امام ابن حجر عسقلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ اس پر کامل ادراک ومہارت اور وسیع اطلاع معدود محدثین ہی کو ہے۔ جن میں علی بن المدینی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، ابن ابی شیبہ، ابو حاتم، ابو زرعہ رازی، امام دار قطنی کے اسماسر فہرست ہیں۔ اس فن میں بھی امام احمد رضا یکتا تھے محض اپنے حافظے کی قوت سے علم حدیث کا سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال میں مہارت تامہ بس آپ کے لیے انعام الہی تھا۔ امام احمد رضا ایک عظیم مفکر مدبر ہونے کیساتھ ساتھ ایک عظیم محدث اور فن اسماء الرجال میں زبردست مہارت رکھتے تھے آپ علم حدیث اور اسماء الرجال ہر حیثیت سے یگانہ روزگار اور اپنی مثال آپ تھے۔[47]

محمد بن اسحاق کے متعلق افادات:

1332ھ میں امام احمد رضا نے ایک فتوی تحریر فرمایا تھا جس میں آپ نے دلائل وبراہین سے یہ ثابت فرمایا کہ جمعہ کے دن اذان خطبہ خارج مسجد منبر کے سامنے دی جائے اور اس کے ثبوت میں آپ نے ابوداؤد شریف کی ایک حدیث بھی نقل فرمائی جو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اذان خطبہ عہد رسالت میں مسجد کے باہر دروازے پر دی جاتی تھی۔[48]

امام احمد رضا کے اس فتوٰی کو تسلیم نہ کرتے ہوئے کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ حدیث ساقط الاعتبار ناقابل عمل ہے وجہ صرف یہ کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحاق ہے جن پر رافضی ہونے کے تہمت ہے لہٰذا حدیث غیر معتبر اور یہ فتوٰی ناقابل تسلیم۔

امام احمد رضا نے مخالفین کی اس افترا پردازی اور بے اصل وبے بنیاد باتوں کی عقدہ کشائی کے لیے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام شمائم العنبر في آداب النداء امام المنبر ہے آپ نے اس کتاب کے اندر محمد بن اسحاق پر جو جرح کی گئی تھی اس کا رد بلیغ فرمایا اور ان کی تعدیل وتوثیق میں تحقیقات کے ایسے دریا بہائے جو اپنی مثال آپ ہیں۔ ذیل میں کچھ اقتباسات پیش کیئے جا رہے ہیں۔

---

[46] ایضاً، ص، 263

[47] ماہنامہ پیغامِ شریعت: مصنف اعظم نمبر، ص، 264

[48] سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب النداء یوم الجمعہ، حدیث (1089)، ج 1، ص 155

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

محمد بن اسحاق ثقة صدوق امام قال شعبةوابو زرعة والذهبی و ابن حجر : صدوق وقال الامام ابن المبارك انا وجدناه صدوقا انا وجدنا و صدوقا اناوجدناه صدوقا۔[49]

محمد بن اسحاق قابل بھروسہ نہایت سچے امام ہیں ان کے بارے میں امام شعبی ابوزرعہ اور ابن حجر نے فرمایا یہ بہت سچے ہیں۔ امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: ہم نے انہیں صدوق پایا ہم نے انہیں صدوق پایا ہم نے انہیں صدوق پایا۔

تلمذ له أئمة أجلاء كابن المبارك وشعبة وسفيان الثوری وابن عيينة والامام ابي يوسف واكثر عنه في كتاب الخراج له. وقال ابو زرعة الدمشقي أجمع الكبراء من أهل العلم على الأخذ عنه قال وقد اختبره أهل الحديث فرؤه صدقا وخيرا۔[50]

امام عبداللہ بن مبارک امام شعبہ اور سفیان ثوری اور امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں بہت زیادہ روایتیں کیں اور ان کی شاگردی اختیار کی۔ امام ابو زرعہ نے فرمایا: اجلہ علما کا اجماع ان سے روایت کرنے پر قائم ہے اور آپ کو اہل علم نے آزمایا تو اہل صدوق و خیر پایا۔

وقال ابن عدى لم يتخلف في الرواية عنه الثقات والائمة ولا بأس به۔[51]

ابن عدی نے کہا: آپ کی روایت میں ائمہ ثقات کو کوئی اختلاف نہیں اور آپ سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

وقال على ابن المديني : ما رأيت احدا يتهم ابن اسحاق۔[52]

امام علی بن المدینی نے کہا: کسی امام یا محدث کو ابن اسحاق پر جرح کرتے نہیں دیکھا۔

وقال سفيان بن عيينة : " جالست ابن اسحاق منذ بضع سنين وسبعين سنة وما يتهمه احد من اهل المدينة ولا يقول فيه شيئاً ۔[53]

ابن عیینہ کہتے ہیں میں ستر سال سے زائد ابن اسحاق کی خدمت میں رہا اہل مدینہ نے ان پر اتہام نہیں رکھا نہ ان پر کچھ تنقید کی۔

وقال ابو معاوية : كان اسحق من احفظ الناس۔[54]

امام ابو معاویہ نے فرمایا: ابن اسحاق لوگوں میں سب سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے۔

وقال الامام ابن معين : الليث بن سعد اثبت في يزيد بن ابي حبيب من محمد بن اسحاق۔[55]

اور امام ابن معین نے فرمایا: یزید بن ابی حبیب سے روایت کرنے والوں میں لیث بن سعد ابن اسحاق سے زیادہ ثبت ہے۔

قلت ويزيد هذا كما قال ابن يونس روى عنه الا كا بر من اهل مصر قلت كعمرو بن الحا رت و حيوة بن شريح وسعيد بن ابي ايوب والليث بن سعد نفسه كلهم ثقات اثبات اجلاء ويحي بن ايوب الغافقي صدوق خمستهم من رجال الشيخين وعبدالله بن

[49] البستی، ابو حاتم محمد بن حبان، کتاب الثقات لابن حبان، ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن اشاعت، 1998ء، ج4، ص236

[50] عسقلانی، ابن حجر، علامہ، تہذیب التہذیب، ناشر: موسسۃ الرسالۃ، بیروت، سن اشاعت، 1409ھ، ج3، ص505

[51] الذہبی، شمس الدین محمد بن احمد، الامام، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ناشر: دار المعرفۃ بیروت، سن اشاعت 1983ء، ج3، ص474

[52] تہذیب التہذیب، ج3، ص505

[53] ایضاً

[54] ایضاً، ص504

[55] میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج3، ص473

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X

Print ISSN:3006-6921

لهيعة صدوق حسن الحديث على ما استقر الأمر عليه وعبد الله بن عياش كلاهما من رجال مسلم ومن غيرهم سليمن التيمي البصري وزيد بن ابى انيسية ثقتان من رجال الصحيحين وعبد الحميد بن جعفر المدني الصدوق من رجال مسلم وآخرون كثيرون ففي هذا تفضيل لا بن اسحاق عليهم جميعا۔[56]

ابن یونس فرماتے ہیں کہ ان یزید بن حبیب سے اکابر علماے مصرنے روایت کی جیسے عمرو بن حارث حیوۃ بن شریح سعید بن ابی ایوب اور خود لیث بن سعد۔ یہ سب کے سب ثقہ اور مثبت ہیں اور پانچویں کیسی بن ایوب غافقی صدوق ہیں اور یہ پانچوں رار یہ پانچوں رجال یحیین میں سے ہیں۔ عبد اللہ بن لہیعہ صدوق اور حسن الحدیث ہے ان کے بارے میں ائمہ حدیث کی رائے اس امر پر متنفقر ہوئی اور عبد اللہ بن عیاش یہ دونوں مسلم کی راویوں میں سے ہیں ان کے علاوہ سلیمان تیمی بصری زید بن ابی انیسہ دونوں حضرات ثقہ اور روات صحیحین میں سے ہیں اور عبد الحمید بن جعفر مدنی صدوق رجال مسلم میں سے ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے افراد ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ ابن اسحاق ان سب سے افضل ہیں۔

وقال الامام شعبة : لو كان لي سلطان لا مرت ابن اسحاق على المحدثين۔[57]

امام شعبہ نے فرمایا: میری حکومت ہوتی تو میں ابن اسحاق کو محدثین پر حاکم بناتا۔

وقال ايضا محمد بن اسحاق امير المومنين في الحديث۔[58]

اور فرمایا کہ محمد بن اسحاق امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔

وفي رواية عنه قيل له لم قال لحفظه وفي اخرى عنه لو سود احد في الحديث لسود محمد بن اسحاق۔[59]

ایک روایت میں کہ کسی نے ان سے پوچھا آپ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ تو حضرت شعبہ نے فرمایا: ان کی حفظ کی وجہ سے دوسری روایت میں ہے: محدثین میں سے اگر کوئی سردار ہو سکتا ہے تو وہ محمد بن اسحاق ہیں۔

وقال علي بن المديني مدار حديث رسول الله على ستة فذكرهم ثم قال فصار علم الستة عند اثني عشر فذكر ابن اسحاق فيهم۔[60]

علی بن المدینی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کی اللہ ﷺ کی حدیثیں چھ آدمیوں میں منحصر ہیں۔ پھر ان سب کے نام گنوائے اور فرمایا اس کے بعد بارہ آدمیوں میں دائر ہوئیں اور ابن اسحاق ان بارہ میں ہیں۔

وقال الامام الزهري لا يزال بالمدينة علم جسم ما كان فيها ابن اسحاق۔[61]

امام زہری فرماتے ہیں: مدینہ مجمع العلوم رہے گا جب تک یہاں محمد بن اسحاق رہیں گے۔

---

[56] ایضاً

[57] میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج3، ص473

[58] تہذیب التہذیب، ج3، ص506

[59] ایضاً

[60] ایضاً

[61] النیسابوری، الحاکم ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ، تہذیب الکمال، ناشر: دار الفکر، بیروت، سن اشاعت، 1985ء، ج16، ص74

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

وقد كان يتلقف المغازي من ابن اسحاق مع انه شيخه و شيخ الدنيا في الحديث۔[62]

آپ غزوات کی روایتوں میں ابن اسحاق پر ہی بھروسا کرتے تھے باوجودیکہ آپ حدیث میں ان کے استاذ تھے بلکہ دنیا بھر کے شیخ تھے۔

وقال شيخ الآخر عاصم بن عمر بن قتاده لا يزال في الناس علم ما بقی محمد بن اسحاق۔[63]

ابن اسحاق کے دوسرے استاذ عاصم بن عمر بن قتادہ نے فرمایا: جب تک ابن اسحاق زندہ ہیں دنیا میں تمام علوم باقی رہیں گے۔

وقال عبد الله بن فائد كنا نجلس الی ابن اسحاق فاذا اخذا في فن من العلم ذهب المجلس بذلك الفن۔[64]

عبداللہ بن فائد نے کہا: ہم لوگ ابن اسحاق کی مجلس میں ہوتے تھے تو جس فن کا تذکرہ شروع کر دیتے اس دن مجلس اسی پر ختم ہو جاتی۔

وقال ابن حيان لم يكن احد بالمدينة يقارب ابن اسحاق في علمه ولا يوازيه في جمعه وهو من احسن الناس سباق الاخبار۔[65]

ابن حبان نے کہا: مدینہ میں کوئی علمی مجلس حدیث کی ہو یا دیگر علوم وفنون کی ابن اسحاق کی مجلس کے ہمسر نہ ہوتی اور خبروں کی حسن ترتیب میں یہ اور لوگوں سے آگے تھے۔

وقال ابو يعلى الخليل محمد بن اسحاق عالم كبير واسع الرواية والعلم ثقة۔[66]

ابویعلی خلیل نے فرمایا: محمد بن اسحاق بہت بڑے عالم حدیث تھے۔ روایت میں وسیع العلم اور ثقہ تھے۔

وكذالك قال يحيى بن معين و يحيى بن يحيى وعلى بن عبد الله هو ابن المدينی شيخ البخاری وأحمد العجلي ومحمد بن سعد وغيرهم ان محمد بن اسحاق ثقة۔[67]

اسی طرح یحیی بن معین یحیی بن یحیی علی ابن عبداللہ المدینی استاد امام بخاری، احمد عجلی محمد بن سعد وغیرہ نے کہا: محمد بن اسحاق ثقہ ہیں۔

وقال ابن البرتی لم ار اهل الحديث يختلفون في ثقته و حسن حديثه۔[68]

ابن البرقی نے فرمایا علم حدیث والوں میں محمد بن اسحاق کے ثقہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں اور ان کی حدیث حدیث حسن ہے۔

وقال الحاكم عن البوشنجی شيخ البخاری هو عندنا ثقة۔[69]

اور حاکم نے بوشنجی شیخ بخاری سے روایت کی کہ ابن اسحاق ہمارے نزدیک ثقہ ہیں۔

---

[62] تہذیب التہذیب، ج3، ص505

[63] تہذیب الکمال، ج16، ص74

[64] میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج3، ص472

[65] تہذیب التہذیب، ج3، ص507

[66] ایضاً

[67] میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج3، ص575

[68] تہذیب التہذیب، ج3، ص507

[69] ایضاً

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

وقال المحقق في فتح القدير اما ابن اسحاق فشقة لا شبهة عندنا في ذلك ولا عند محققی المحدثین[70]

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا:ابن اسحاق ثقہ ہیں س میں نہ ہمیں شبہ ہے نہ محققین محدثین کو شبہ ہے۔

اوراق سابقہ سے یہ واضح ہو گیا کہ سیدنا امام احمد رضا نے شہادتیں ایسی پیش فرمائیں جن میں اکابر ائمہ نے امام محمد بن اسحاق کی نہ صرف تعدیل و توثیق فرمائی بلکہ آپ پر کیے گئے طعن و تشنیع کا رد بلیغ بھی فرمایا ان شہادتوں میں غور وفکر کرنے سے نہ صرف امام محمد بن اسحاق کی توثیق کے روشن جلوے نظر آتے ہیں بلکہ امام احمد رضا کی علمی جلالت فنی مہارت اور اسماء الرجال میں دستگاہ تام خوب واضح ہو جاتی

ہے۔[71]

امام احمد رضا نے علم اصول حدیث کے میدان میں گہری بصیرت اور تحقیق کی اعلیٰ مثال قائم کی۔ انہوں نے علم الحدیث و علم الرجال کے اصولوں کو نہ صرف سمجھا بلکہ ان پر اپنی مہارت کے ذریعے روایتوں کی تطبیق اور تصحیح میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ امام احمد رضا کی علمی تطفلات کا دائرہ بہت وسیع تھا جس میں انہوں نے روایات کے متن وسند کی جانچ پڑتال کے لیے دقیق طریقہ کار اپنایا۔

محدثین نے ان کے جوابات اور فتاویٰ کو نہایت معتبر اور مستند سمجھا کیونکہ امام احمد رضا کا علم و تحقیق دونوں کا امتزاج تھا۔ فن اسماء الرجال میں ان کی مہارت خاص طور پر نمایاں ہے جہاں انہوں نے مختلف راویوں کی علمی حیثیت صداقت اور ضابطہ کو باریکی سے پرکھا۔

خاص طور پر امام محمد بن اسحاق کے متعلق امام احمد رضا نے ان کی توثیق اور علمی صداقت کو واضح انداز میں ثابت کیا جبکہ ان پر لگائے گئے اعتراضات کا بھرپور رد کیا۔ اس سے نہ صرف امام محمد بن اسحاق کی علمی جلالت ظاہر ہوئی بلکہ امام احمد رضا کی علمی گہرائی فنی مہارت اور رجالِ حدیث میں کامل دسترس کا بھی ثبوت ملا۔ مجموعی طور پر امام احمد رضا کا کام علم حدیث کے لیے ایک قیمتی میراث ہے جو تحقیق اور تدقیق کے معیار کو بلند کرتا ہے۔

---

[70] الدمشقی، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الحلبی، فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب صلوۃ الوتر، ناشر: نوریہ رضویہ سکھر، سن اشاعت، 1987ء، ج1 ص370

[71] ماہنامہ پیغام شریعت: مصنف اعظم نمبر، ص261

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

مصادرومراجع

1. بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب ماجاء فی الوضوء، حدیث(160)ناشر: دار الطباعۃ المصریۃ مصر، سن اشاعت،1960ء
2. بریلوی، احمد رضاخان، فتاوٰی رضویہ، ناشر: رضافاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور، سن اشاعت،2002ء
3. بستوی، نسیم، علامہ، مجدد اسلام بریلوی، ناشر: رضااکیڈمی رجسٹرڈ لاہور، س، ن
4. البستی، ابو حاتم محمد بن حبان، کتاب الثقات لابن حبان، ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن اشاعت،1998ء
5. الحسنی، عبد القادر، امام، المقدمۃ فی علوم الحدیث، ناشر: دار الفکر لبنان، سن اشاعت، 1420ھ
6. الذہبی، شمس الدین محمد بن احمد، الامام، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ناشر: دار المعرفۃ بیروت، سن اشاعت 1983ء
7. السجستانی، محمد بن عثمان بن عبد اللہ ابو داؤد، سنن ابو داؤد، کتاب الغسل، باب غسل رسول اللہ ﷺ حدیث (257)، ناشر: دار ابن کثیر دمشق، سن، اشاعت، 1425ھ
8. السخاوی، شرف الدین، امام، جامع الصغیر، باب الوضوء، حدیث(2704)، ناشر: دار المعرفۃ لبنان، سن اشاعت، 1405ھ
9. النیشابوری، القشیری، ابو الحسن مسلم بن حجاج، متوفی 261ھ، صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ، ناشر: دار التاصیل بیروت، سن اشاعت 2014ء۔
10. عسقلانی، ابن حجر، علامہ، تہذیب التہذیب، ناشر: موسسۃ الرسالۃ، بیروت، سن اشاعت،1409ھ
11. قادری، ضیاء المصطفٰی، علامہ، ماہنامہ اشرفیہ، ناشر: مبارکپور ضلع اعظم گڑھ یو-پی ہند، سن اشاعت،1977ء
12. قاضی خان بن عبد اللہ، فتاوٰی قاضی خان، باب وضوء المحافظۃ علی الوضوء، ناشر: دار الفکر بیروت، سن اشاعت،1426ھ،
13. القرطبی، سعید بن منصور، سنن سعید بن منصور، باب الوضوء، حدیث(**275**)ناشر: دار الصمیعی للنشر والتوزیع، سنِ اشاعت 1417ھ،
14. ماہنامہ پیغامِ شریعت: مصنف اعظم نمبر، مصباحی، سراج احمد قادری، ج4، شمارہ36، ناشر: گلی سروتے ٹیا محل جامع مسجد دہلی
15. ماہنامہ یادگارِ رضا، جلد3، شمارہ7، جولائی 2008ء، مفتی غلام مصطفٰی رضوی، رضا اکیڈمی مالیگاؤں
16. مسعودی، عبد الستار طاہر، مکتوبات مسعودی: امام احمد رضا پر تحقیق اور رہنمائی، ناشر: ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا لاہور، سنِ اشاعت، 2005ء
17. المقدسی، احمد بن محمد، ابو العباس، کشف الرموز، ناشر: دار الکتب العلمیۃ بیروت، سن اشاعت،1416ھ
18. نووی، یوسف بن عبد اللہ بن محمد، شرح صحیح مسلم، کتاب الغسل، باب غسل النبی ﷺ، حدیث(572)، ناشر: دار طوق النجاۃ لبنان، سن اشاعت،1420ھ
19. النیسابوری، الحاکم ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ، تہذیب الکمال، ناشر: دار الفکر، بیروت، سن اشاعت،1985ء
20. الدمشقی، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الحلبی، فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب صلوۃ الوتر، ناشر: نوریہ رضویہ سکھر، سن اشاعت،1987ء